مسیحیت کی ابتداء۔شریعتِ موسوی سے علیحدگی

ڈاکٹر مسفرہ محفوظ*

Hazrat Esa(AS) never called his followers Christians becase he was decendent to Bani Israel for their moral and spiritual reformation and the purpose of his advent was not the establishment ofany new religion .He was just addressed to refreash and unveailthe real teaching of Hazrat Musa (AS) and by later announced prophets, which were forgotten and altered by baniisreal gradually by the passing of time. Again the history repeated itself and the teachings given by HazratEsa (AS) to his followers had diminished very soon after his ascend to heaven before his alleged crucification, a new religion was emerged with the name of chritinity was established after many exercises of different authorities of church and different councils, whose rituals and practices and was quite against the teachings and saying of HazratEsa (AS).now the founder of present Christian religion is actually "St Paul" not HazratEsa (AS) in this research the bigining of christinity its separation from lawsof Hazrat Musa (AS) and the present doctrine of christanity been discussed.

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے پیرووں کا نام کبھی "عیسائی" یا "مسیحی" نہیں رکھا تھا کیونکہ وہ اپنے نام سے کسی نئے مذہب کی بنیاد ڈالنے نہیں آئے تھے۔ان کی دعوت اسی دین کو تازہ کرنے کی طرف تھی جسے سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور ان سے پہلے اور بعد کے انبیاء علیہم السلام لے کر آئے تھے۔اس لیے انھوں نے عام بنی اسرائیل اور پیروانِ شریعت موسوی سے الگ نہ کوئی جماعت بنائی اور نہ اس کا کوئی مستقل نام رکھا۔ان کے ابتدائی پیرو خود بھی نہ اپنے آپ کو اسرائیلی ملت سے الگ سمجھتے تھے،نہ ایک مستقل گروہ بن کر رہے اور نہ انھوں نے اپنے لیے کوئی امتیازی نام ونشان مقرر کیا [1]۔دینِ مسیحی ایک الگ دین نہیں بلکہ در حقیقت دینِ یہود کا ایک جزو اور زیادہ صحیح الفاظ میں اس کا تتمہ ہے بالکل یہی بات انجیل میں خود سیدنا مسیح علیہ السلام کی زبان سے منقول ہے۔

یہ نہ سمجھو کہ میں تورات یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں،منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین مل نہ جائیں ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت سے ہر گز نہ ٹلے گا جب تک سب کچھ پورا نہ ہو جائے۔پس جو کوئی ان چھوٹے سے چھوٹے حکموں میں سے بھی کسی کو توڑے گا اور یہی آدمیوں کو سکھائے گا وہ آسمان کی بادشاہی میں سب سے

* اسسٹنٹ پروفیسر،ہیومینٹیز ڈیپارٹمنٹ کامسیٹس،لاہور۔

چھوٹا کہلائے گا لیکن جو اُن پر عمل کرے گا اور ان کی تعلیم دے گا وہ آسمان کی بادشاہی میں بڑا کہلائے گا۔ کیونکہ میں تم سے کہتا ہوں کہ اگر تمہاری راست بازی فقیہوں اور فریسیوں کی راست بازی سے زیادہ نہ ہو گی تو تم آسمان کی بادشاہی میں ہر گز داخل نہ ہو گے[2]۔

فقیہ اور فریسی موسیٰ علیہ السلام کی گدی پر بیٹھے ہیں۔ پس جو کچھ وہ تمھیں بتائیں وہ سب کرو اور مانو لیکن ان کے سے کام نہ کرو کیونکہ وہ کہتے ہیں اور کرتے نہیں۔ وہ ایسے بھاری بوجھ جن کو اٹھانا مشکل ہے باندھ کر لوگوں کے کندھوں پر رکھتے ہیں مگر آپ ان کو اپنی انگلی سے بھی ہلانا نہیں چاہتے[3]

یوحنا نے اپنی انجیل میں تصریح کی ہے: شریعت تو موسی علیہ السلام کی معرفت دی گئی مگر فضل اور سچائی یسوع مسیح کی معرفت پہنچی[4]۔

ان اقوال سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسیحیت میں موسوی شریعت کے تمام احکام باقی رکھے گئے اور ان پر صرف فضیلت اور صداقت کا اضافہ کیا گیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ موسیٰ علیہ السلام کے ابتدائی پیروکار عام یہودیوں ہی کی طرح بیت المقدس ہی کے ھیکل میں عبادت کرنے کے لیے جاتے تھے مثلاً پطرس اور یوحنا حواری کے متعلق اعمال میں درج ہے:

پطرس اور یوحنا دعا کے وقت یعنی تیسرے پہر ہیکل کو جا رہے تھے[5]۔

اس طرح عیسیٰ علیہ السلام کے ابتدائی پیروکاروں کی یہ بالکل کوشش نہ تھی کہ وہ یہودی مذہب سے الگ ایک نئے اور مختلف مذہب کی بنیاد رکھیں۔ اس سلسلے میں "Encyclopaedia Britannica" میں بیان کیا گیا ہے:

The life of the early Jewish disciples, so far as can be judged from our very meagre resources, was very much the same as their fellows. They continued faithful to the established synagogue and temple worship, and did not think of founding a new sect or seperating from the houshold of Israel.[6]

قلیل وسائل سے اندازہ کیا جا سکتا ہے... کی زندگی بہت حد تک اپنے باقی یہودی ساتھیوں سے مشابہ تھی وہ بدستور قائم شدہ ھیکل کے وفادار اور یہودی عبادت گاہ میں عبادت کے پابند تھے اور انھوں نے ایک نئے فرقے کی بنیاد رکھنے یا بنی اسرائیل کے گھرانے سے علیحدگی کے بارے میں سوچا تک نہ تھا۔

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ کے ارشادِ مبارکہ سے بھی یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ مسیح تورات ہی کی تصدیق کرنے اور اس پر عمل کروانے دنیا میں تشریف لائے تھے۔

وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ[7]

پھر ہم نے ان پیغمبروں کے بعد مریم علیہا السلام کے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام کو بھیجا تورات میں سے جو کچھ اس کے سامنے موجود تھا وہ اس کی تصدیق کرنے والا تھا۔ اور ہم نے اس کو انجیل عطا کی جس میں راہ نمائی اور روشنی تھی اور وہ بھی تورات میں سے جو کچھ اس میں موجود تھا۔ اس کی تصدیق کرنے والی تھی اور خدا ترس لوگوں کے لیے سراسر ہدایت اور نصیحت تھی۔

تصورِ مسیح سلیمان علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل پے در پے تنزل کی حالت میں مبتلا ہوتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ آخر کار بابل اور اسیریا کی سلطنتوں نے ان کو غلام بنا کر زمین میں تتر بتر کر دیا تو انبیائے بنی اسرائیل نے ان کو خوش خبری دینا شروع کی کہ اللہ کی طرف سے "مسیح" آنے والا ہے جو ان کو اس ذلت سے نجات دلائے گا۔

سیدنا یرمیاہ فرماتے ہیں:

دیکھ وہ دن آتے ہیں، خداوند فرماتا ہے کہ میں داؤد کے لیے ایک صادق شاخ پیدا کروں گا اور اس کی بادشاہی ملک میں اقبال مندی اور عدالت و صداقت کے ساتھ ہو گی اس کے ایام میں یہودا نجات پائے گا اور اسرائیل سلامتی سے سکونت کرے گا اور اس کا نام یہ رکھا جائے گا، خداوند ہماری صداقت[8]۔

خداوند زمین کے کناروں کا انصاف کرے گا وہ اپنے بادشاہ کو زور بخشے گا اور ممسوح کے سینگ کو بلند کرے گا[9]۔

ان پیشن گوئیوں کی بنیاد پر یہودی کسی ایسے مسیح کے منتظر تھے جو بادشاہ ہو کر لڑے اور ملک فتح کرے۔ بنی اسرائیل کو ملک ملک سے لا کر فلسطین جمع کرے لیکن ان کی توقعات کے برعکس جب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام خدا کی طرف سے مسیح ہو کر آئے تو اپنے ساتھ کوئی لشکر نہ لائے تو یہودیوں نے ان کی مسیحیت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور ان کو ہلاک کرنے کے درپے ہو گئے[10]۔

چنانچہ یہودیوں اور اسرائیل کا مستقبل اس مسیح کے تصور کے گرد گھومتا ہے:

The Glorious future of Israel centered around the person of Mashiach (messiah) anonited one, who would be deputed by God to inagurate the new and wonderful era.[11]

اسرائیل کا شاندار مستقبل ممسوح، مسیح کے گرد گھومتا ہے۔ جو خداوند کی طرف سے ایک نیا اور شاندار زمانہ شروع کرنے کے لیے بھیجا جائے گا۔

لفظِ مسیح کے معنی

مسیح عبرانی لفظ "مشح" سے ماخوذ ہے۔ جو عربی "مسح" کی طرح چھونا، ملنا، ہاتھ پھیرنا وغیرہ کے معنی رکھتا ہے۔ نیو کیتھولک انسائیکلوپیڈیا میں مسیح کا لفظ کچھ یوں بیان کیا گیا ہے:

The word Massiah comes from the Hebrew objective masiah, designating a person anointed with oil.[12]

لفظِ مسیح، عبرانی مفعول "مشیح" سے نکلا ہے جو تیل سے مسح کیے ہوئے شخص کی تخصیص کرتا ہے۔

According to the Jewish Encyclopaedia**:**The name or title of the Ideal king of the massianic age.[13]

دورِ مسیحائی کے مثالی بادشاہ کا نام یا خطاب ہے۔

ابن منظور لفظ "مسیح" پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

سُمّی به لأنه کان یمسح بیده علی العلیل فیبرئه بإذن الله : قال الأزهری: أعرب اسم المسیح فی القرآن علی مسح، وهو فی التوراة مشیحا، فعرب وغُیّر کما قال موشی واصله موسیٰ۔"[14]

ان کا مسیح نام اس لیے ہے کہ وہ بیمار پر اپنا ہاتھ پھیر کر اللہ کے حکم سے اسے تندرست کر دیتے تھے۔ ازہری رحمہ اللہ کہتے ہیں قرآن میں اسم مسیح، مسح پر بولا گیا ہے، تورات میں یہ "مشیح" ہے۔ اس میں تبدیلی کر کے شین کو سین پڑھ کر) مسیح کہہ دیا گیا ہے۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام اصل میں موشیٰ تھا۔

ابن اثیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

آپ کا پاؤں ہموار تھا یعنی تلوہ نہیں تھا اور یہ کہ آپ اپنی والدہ کے بطن سے تیل ملے ہوئے پیدا ہوئے تھے۔ اس لیے بھی آپ کو مسیح کہا جاتا ہے[15]۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

کتبِ سابقہ میں دو مسیح کی آمد کی پیش گوئی کی گئی تھی۔ ایک مسیح صداقت کی کہ جس کا مصداق عیسیٰ علیہ السلام تھے اور دوسری مسیح ضلالت کی، جس کا مصداق دجال ہے۔ جب عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو یہود نے ان کو تو مسیح ضلالت کا مصداق ٹھہرایا، اور اس لیے ان کی ایذا رسانی اور قتل کے درپے رہے

جبکہ نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو اگرچہ مسیح ہدایت کا مصداق تو مانا مگر حد سے بڑھا کر ان کو اقانیم ثلاثہ کا ایک جز بنالیا[16]۔

یہود آغاز میں مسیح رحمہ اللہ کو نجات دہندہ اور بادشاہ تصور کرنے لگے تھے۔اسی لیے جب یسوع المسیح علیہ السلام یروشلم میں داخل ہوئے تو ان کا شاندار استقبال کیا گیا[17]۔

لیکن جب یسوع المسیح نے یروشلم پہنچ کر اپنی بادشاہت کا اعلان نہ کیا تو یہی قوم یہود مسیح علیہ السلام کی جان کے درپے ہوگئے اور پیلاطس حاکم سے چیخ چیخ کر فریاد کرنے لگے کہ" اس کو مصلوب کر مصلوب "[18]

جبکہ عیسیٰ علیہ السلام کے اصل پیروکار آپ کو صرف نبی مانتے تھے اور شریعت موسوی کی سختی سے پیروی کرتے تھے اور عقائد وعبادات کے معاملے میں اپنے آپ کو دوسرے بنی اسرائیل سے قطعاً الگ نہ سمجھتے تھے اور یہودیوں سے ان کا اختلاف اس معاملے پر تھا کہ یہ عیسیٰ علیہ السلام کو مسیح تسلیم کرکے ان پر ایمان لائے تھے اور وہ ان کو مسیحی ماننے سے انکار کرتے تھے۔اس طرح بنی اسرائیل میں دو مختلف نظریات رکھنے والے گروہ سامنے آئے۔

پیروانِ مسیح کا مسیحی کہلانا

اس گروہ کا موجودہ نام مسیحی (Christian) پہلی مرتبہ ۴۳ءیا ۴۴ء میں انطاکیہ کے مشرک باشندوں نے رکھا تھا۔جب سینٹ پال اور برنباس نے وہاں پہنچ کر تبلیغ عام شروع کی۔کتاب اعمال میں حواری برنباس کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے:

پھر وہ ساؤل کی تلاش میں ترسُس کو چلا گیا۔اور جب وہ ملا تو اسے انطاکیہ میں لایا اور ایسا ہوا کہ وہ سال بھر تک کلیسا کی جماعت میں شامل ہوتے اور بہت سے لوگوں کو تعلیم دیتے رہے اور شاگرد پہلے انطاکیہ ہی میں مسیحی کہلائے[19]۔

یہ نام دراصل طنز وتمسخر کے طور پر مخالفین کی طرف سے رکھا گیا تھا اور پیروانِ مسیح اسے خود اپنے نام کے طور پر قبول کرنے کے لیے تیار نہ تھے۔لیکن جب ان کے دشمنوں نے ان کو اسی نام سے پکارنا شروع کردیا تو ان کے لیڈروں نے کہا کہ اگر تمھیں مسیح کی طرف نسبت دے کر "مسیحی" کہا جاتا ہے تو تمھیں اس پر شرمانے کی کیا ضرورت ہے؟ بائبل میں یہ واقعہ اس طرح مذکور ہے:

اگر مسیح کے نام کے سبب سے تمھیں ملامت کی جاتی ہے تو تم مبارک ہو کیونکہ جلال کا روح یعنی خدا کا روح تم پر سایہ کرتا ہے۔ تم میں سے کوئی شخص خونی یا چور یا بدکار یا اوروں کے کام میں دست انداز ہو کر دکھ نہ پائے۔ لیکن اگر مسیحی ہونے کے باعث کوئی شخص دکھ پائے تو شرمائے نہیں بلکہ اس نام کے سبب سے خدا کی تمجید کرے[20]۔

انطاکیہ میں شاگردوں کے عیسائی نام پانے کے موقع پر پادری ڈملو بیان کرتے ہیں:

The given of this name marked the recognition of the fact that, the way was something more than a new Jewish sect. The inclusion of numerous Gentiles within the Church, and that without their becoming Jews, and the preaching of Jesus as one whose authority was superior to that of Moses, gave complete Jutification to those who saw in Christianity a new religion.[21]

اس نام کا دیا جانا اس حقیقت کا اظہار ہے کہ بات ایک نئے یہودی فرقے سے زیادہ تھی۔ کلیسا میں بہت سے غیر یہودیوں اور وہ بھی یہودیت قبول کیے بغیر، کی شمولیت اور یسوع علیہ السلام کی موسیٰ علیہ السلام سے برتر ہونے کی تعلیم، عیسائیت کو نیا مذہب سمجھنے والوں کو مکمل طور پر حق بجانب قرار دیتی ہے۔

ان حالات کے متعلق تبصرہ کرتے ہوئے انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کا مقالہ نگار لکھتا ہے:

Within Judaism a new sect appeared, followers of Jesus of Nazareth, whom they affirmed to be Messiah and themselves to be the new and true Israel of God.[22]

یہودیت کے اندر ہی گویا ایک نیا فرقہ ظاہر ہو گیا تھا۔ یہ لوگ یسوع ناصری کے پیروکار تھے۔ جسے وہ مسیح تسلیم کرتے اور خود کو نئے اور سچے (خدا کے منتخب) اسرائیلی قرار دیتے۔

اس کے بعد بنی اسرائیل میں جدائی کا دو طرفہ عمل شروع ہو گیا ایک فرقہ یہودی اور دوسرا عیسائی کہلانے لگا۔

عیسائیت کا موجد

عیسیٰ علیہ السلام نے جس مذہب کی تعلیم اپنے پیروکاروں کو دی تھی۔ وہ ان کے کچھ ہی عرصے بعد ختم ہو گیا تھا اور اس کی جگہ ایک ایسے مذہب نے لے لی جس کی تعلیمات عیسیٰ علیہ السلام کے اقوال و ارشادات کے بالکل خلاف تھیں اور یہی نیا مذہب ارتقاء کے مختلف مراحل سے گزرتا ہوا آج "عیسائیت" کی

موجودہ شکل میں ہمارے سامنے ہے اور موجودہ عیسائی مذہب کا اصل موجد اور بانی عیسیٰ علیہ السلام نہیں بلکہ پولس ہے۔

پولس کا اصل نام ساؤل تھا جیسا کہ کتاب اعمال سے ظاہر ہوتا ہے۔ "اور گواہوں نے اپنے کپڑے ساؤل نام ایک نوجوان کے پاؤں کے پاس رکھ دیے"۔ [23]

پولس روم کے شہر ترسس کا باشندہ تھا اور اپنے متعلق بیان کرتا ہے:"میں یہودی آدمی کلکیہ کے مشہور شہر ترسس کا باشندہ ہوں۔"[24]

پولس قبیلہ بنیامین کا ایک کٹر فریسی یہودی تھا فلیسیوں کے نام خط میں وہ اپنے بارے میں خود لکھتا ہے: آٹھویں دن میرا ختنہ ہوا، اسرائیل کی قوم اور بنیامین کے قبیلے کا ہوں، عبرانیوں کا عبرانی اور شریعت کے اعتبار سے فریسی ہوں[25]۔

ابتداء میں پولس کٹر یہودی ہونے کے ناطے سے عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکاروں کو گمراہ سمجھتا تھا اور ان پر باقی یہودیوں کی طرف سے ڈھائے جانے والے مظالم میں بڑھ چڑھ کر شریک ہوتا۔ خود اس بات کا اعتراف پولس نے کتابِ اعمال میں کئی مقامات پر کیا ہے مثلاً:

میں نے مردوں اور عورتوں کو باندھ باندھ کر اور قید خانے میں ڈال ڈال کر مسیحی طریق والوں کو یہاں تک ستایا کہ مروا بھی ڈالا۔ چنانچہ سردار کاہن اور سب بزرگ میرے گواہ ہیں کہ ان سے میں بھائیوں کے نام خط لے کر دمشق کو روانہ ہوا تاکہ جتنے وہاں ہوں انھیں بھی باندھ کر یروشلم میں سزا دلانے کو لاؤں[26]۔

اس سلسلے میں **J.A. Ziesler** بیان کرتے ہیں کہ عیسائیوں پر اس کے یورش کی وجہ یہ نہ تھی کہ وہ عیسائی ہیں بلکہ یہ کہ وہ برے یہودی ہیں۔ کیونکہ عیسائیوں کا عقیدہ یہ تھا کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کو اسرائیل کا مسیح موعود قرار دیتے تھے۔

He attacked Christians not so much for being Christians, as for being bad Jews.[27]

لہٰذا جب وہ عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکاروں پر مزید ظلم و ستم ڈھانے کی خاطر دمشق پہنچا تو بقول اس کے ایک عجیب واقعہ پولس کے ساتھ پیش آیا جس کو ان الفاظ میں بائبل میں بیان کیا گیا ہے۔

جب وہ سفر کرتے کرتے دمشق کے نزدیک پہنچا تو ایسا ہوا کہ یکایک آسمان سے ایک نور اس کے گرداگرد آچمکا۔
اور وہ زمین پر گر پڑا اور یہ آواز سنی کہ اے ساؤل اے ساؤل! تو مجھے کیوں ستاتا ہے۔ مگر اٹھ شہر میں جا اور جو تجھے کرنا چاہیے وہ تجھ سے کہا جائے گا۔ جو آدمی اس کے ہمراہ تھے وہ خاموش کھڑے رہ گئے کیونکہ آواز تو سنتے تھے مگر کسی کو دیکھتے نہ تھے۔ اور ساؤل زمین پر سے اٹھا لیکن جب آنکھیں کھولیں تو اس کو کچھ دکھائی نہ دیا اور لوگ اس کا ہاتھ پکڑ کر دمشق میں لے گئے اور وہ تین دن تک نہ دیکھ سکا اور نہ اس نے کھایا نہ پیا[28]۔

پولس کا دعویٰ تھا کہ اس واقعہ کے بعد وہ یسوع مسیح پر ایمان لا چکا ہے اس کے بعد اس نے اپنا نام بھی تبدیل کر کے پولس رکھ لیا تھا۔ شروع میں جب اس نے یہ دعویٰ کیا تو عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں میں سے کوئی شخص اس بات کی تصدیق کرنے کے لیے تیار نہ تھا کہ جو شخص کل تک مسیح اور ان کے شاگردوں کا جانی دشمن تھا آج وہ سچے دل کے ساتھ ان پر ایمان لے آیا ہے لیکن ایک جلیل القدر حواری برنباس نے سب سے پہلے اس کی تصدیق کی اور ان کی تصدیق پر دوسرے حواری بھی مطمئن ہو گئے۔
کتاب اعمال میں ہے:

اس نے یروشلم پہنچ کر شاگردوں میں مل جانے کی کوشش کی اور سب اس سے ڈرتے تھے کیونکہ ان کو یقین نہ آتا تھا کہ یہ شاگرد ہے۔ مگر برنباس نے اسے اپنے ساتھ رسولوں کے پاس لے جا کر ان سے بیان کیا کہ اس نے اس طرح راہ میں خداوند کو دیکھا اور اس نے اس سے باتیں کیں اور اس نے دمشق میں کیسی دلیری کے ساتھ یسوع کے نام سے منادی کی۔ پس وہ یروشلم میں ان کے ساتھ آتا جاتا رہا اور دلیری کے ساتھ خداوندی کے نام کی منادی کرتا تھا اور یونانی مسائل یہودیوں کے ساتھ گفتگو اور بحث بھی کرتا تھا مگر وہ اسے مار ڈالنے کے درپے تھے اور بھائیوں کو جب یہ معلوم ہوا تو اسے قیصریہ میں لے گئے اور ترسس کو روانہ کر دیا[29]۔

اس کے بعد پولس حواریوں کے ساتھ مل جل کر عیسائیت کی تبلیغ کرتا رہا اور جماعت میں شامل ہو کر اس نے ایک نیا دین بنانا شروع کیا اور اپنے ہر قول کو دین کی بنیاد بنانے کا دروازہ یہ کہہ کر کھول لیا تھا کہ مسیح آئندہ بھی اس پر ظاہر ہوا کریں گے کتاب اعمال میں درج ہے:

میں نے کہا اے خداوند تو کون ہے؟ خداوند نے فرمایا! میں یسوع ہوں جسے تو ستاتا ہے۔ لیکن اُٹھ اپنے پاؤں پر کھڑا ہو، کیونکہ میں اس لیے تجھ پر ظاہر ہوا ہوں کہ تجھے ان چیزوں کا بھی خادم اور گواہ مقرر کروں جن کی گواہی کے لیے تو نے مجھے دیکھا اور ان کا بھی جن کی گواہی کے لیے میں تجھ پر ظاہر ہوا کروں گا[30]۔

لہٰذا اس کے ذریعے پولس نے یہودی شریعت کی سختیوں سے یکسر آزادی کی راہ خود بھی دیکھی اور دوسروں کو بھی دکھائی اور موجودہ عیسائی مذہب کے بنیادی عقائد و نظریات کا بانی یہی شخص ہے اور عیسیٰ علیہ السلام نے ان عقائد کی ہرگز تعلیم نہ دی تھی وہ مسیح علیہ السلام کا صحبت یافتہ نہ تھا۔ ان کی تربیت میں رہ کر تعلیماتِ مسیح کو سمجھنے کا موقع ہی نہ ملا تھا انجیل متی، مرقس اور لوقا میں عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ حواریوں کے نام مذکور ہیں جن میں ساؤل یا پولس کا کہیں بھی ذکر نہیں ملتا[31]۔

تعلیماتِ مسیح علیہ السلام میں تحریف و تدلیس کا آغاز

پولس کی تعلیماتِ مسیح علیہ السلام میں سب سے پہلی تحریف یہ تھی کہ مسیح علیہ السلام کی تعلیم کو تمام عالم انسانی کے لیے ایک عام پیغام قرار دیا حالانکہ دراصل وہ محض بنی اسرائیل کے لیے تھی۔ مسیح علیہ السلام نے اپنی زندگی میں جب حواریوں کو تبلیغ و دعوت کے لیے بھیجا تھا تو صاف طور پر یہ حکم دیا تھا:

ان بارہ کو یسوع نے بھیجا اور ان کو حکم دے کر کہا غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا۔ بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا[32]۔

ایک اور موقع پر عیسیٰ علیہ السلام اپنے بارے میں بیان کرتے ہیں:

"میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔"[33]

حواری تو عیسائیت کو ایک مذہب کی بجائے یہودیت کے اندر ایک اصلاحی تحریک سمجھتے تھے اور اسے یہودیوں تک محدود رکھنا چاہتے تھے اور یہی مسیح علیہ السلام کی تعلیمات سے ثابت ہوا تھا مگر پولس کی ترغیب اور سرگرمی ان کی رائے پر غالب آئی:

The disciple peter was among those who insisted upon keeping the movement exclusively Jewish. But, later, when Paul became a Christian, he persuaded peter and others to admit gentiles into the group.[34]

حواری پطرس ان لوگوں میں شامل تھا جو اس تحریک کو خالصۃً یہودی رکھنے پر اصرار کرتے تھے مگر بعد میں جب پولس داخل ہوا تو اس نے پطرس اور دوسرے لوگوں کو آمادہ کیا کہ غیر قوموں کو بھی اس جماعت میں داخل ہونے دیا جائے۔

پولس کا یہ دعویٰ کہ مسیح علیہ السلام کی دعوت تمام دنیا کے لیے ہے اور اس فیصلے کو حق بجانب قرار دینے کے لیے بنیاد اس بات کو بنایا کہ مسیح علیہ السلام نے صلیب پر چڑھنے اور وفات پا جانے کے بعد اپنے شاگردوں کے پاس آکر یہ حکم دیا تھا:

"پس تم جا کر سب قوموں کو شاگرد بناؤ اور ان کو باپ اور بیٹے اور روح القدس کے نام سے بپتسمہ دو۔"[35]

جبکہ حواریوں میں یہ ایک مسلم مسئلہ تھا کہ انجیل کی منادی اور تبلیغ صرف ان لوگوں کے لیے ہے جو شریعت موسوی کے پیروکار ہیں مگر پولس نے دعوت مسیح علیہ السلام کی حقیقت، مسیح علیہ السلام کی تصریحات اور حواریوں کے علم ویقین سب کو نظر انداز کر کے یہ فیصلہ کیا کہ ہر غیر اسرائیلی مسیحی بن سکتا ہے۔

شریعتِ موسوی سے دوطرفہ دوری

مسیح علیہ السلام نے متعدد ارشادات میں وضاحت کے ساتھ یہ فرمایا ہے کہ میرا مقصد تورات کی مخالفت کرنا نہیں ہے بلکہ میں اس کی تصدیق کرتا ہوں بلکہ اناجیل میں تو یہاں تک لکھا ہے کہ میں اس کو منسوخ کرنے نہیں آیا، انجیل متی میں ہے:

یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں۔ منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔ کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت سے ہرگز نہ ٹلے گا جب تک سب کچھ پورا نہ ہو جائے[36]۔

نیز آپ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا:

"جو کچھ تم چاہتے ہو کہ لوگ تمہارے ساتھ کریں وہی تم بھی ان کے ساتھ کرو کیونکہ توریت اور نبیوں کی تعلیم یہی ہے۔"[37]

عیسیٰ علیہ السلام کے ان ارشادات سے واضح وعیاں ہے کہ آپ بنیادی طور پر تورات (احکامِ شریعت) کو واجب العمل اور قابلِ احترام مانتے تھے مگر پولس نے عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات پر بڑا ظلم یہ کیا کہ

شریعت اور عمل کی اہمیت کو ختم کر کے اس نے صرف ایمان، یعنی اپنے بنائے ہوئے عقائد پر یقین کو مذہب کا مدار قرار دیا، گلتیوں کے نام خط میں پولس لکھتا ہے:

"مسیح جو ہمارے لیے لعنتی بنا اس نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا۔"[38]

اور آگے لکھتا ہے:

ایمان کے آنے سے بیشتر شریعت کی ماتحتی میں ہماری نگہبانی ہوتی تھی اور اس ایمان کے آنے تک جو ظاہر ہونے والا تھا ہم اسی کے پابند رہے۔ پس شریعت مسیح تک پہنچانے کو ہمارا استاد بنی تا کہ ہم ایمان کے سبب سے راست باز ٹھہریں۔ مگر جب ایمان آ چکا تو ہم استاد کے ماتحت نہ رہے[39]۔

ایک دوسرے مقام پر لکھا ہے:

شریعت کے وسیلے سے کوئی شخص خدا کے نزدیک ایماندار نہیں ٹھہرتا...اور شریعت کو ایمان سے کچھ واسطہ نہیں۔ نیز یہ کہ آدمی شریعت کے اعمال سے نہیں بلکہ صرف یسوع مسیح پر ایمان لانے سے راست باز ٹھہرتا ہے[40]۔

افسیوں کے نام خط میں لکھتا ہے:

"اس نے اپنے جسم کے ذریعے سے دشمنی یعنی وہ شریعت جس کے حکم ضابطوں کے طور پر تھے موقوف کر دی۔"[41]

عبرانیوں کے نام خط میں رقم طراز ہیں: "جب کہانت بدل گئی تو شریعت کا بدلنا بھی ضروری ہے۔"[42]

ایک اور مقام پر لکھتا ہے: "کیونکہ اگر پہلا عہد (تورات) بے نقص ہوتا تو دوسرے کے لیے موقع نہ ڈھونڈا جاتا۔"[43]

آگے آیت نمبر ۱۳ میں کہتا ہے:

"جب اس نے نیا عہد کیا تو پہلے کو پرانا ٹھہرایا اور جو چیز پرانی اور مدت کی ہو جاتی ہے وہ مٹنے کے قریب ہو جاتی ہے۔"[44]

ان تمام اقوال کی روشنی میں یہ ثابت ہوتا ہے کہ پولس نے تورات کی عملی اہمیت جس پر عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کا انحصار تھا کو بالکل ختم کر ڈالا اور اس کے ہر ہر حکم کو منسوخ کر ڈالا۔

مسیحی عقائد کی تشکیل

ازلی گناہ اور عقیدۂ کفارہ کا تصور عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات میں کہیں موجود نہ تھا بلکہ آپ نے اپنے پیروکاروں کو انتہائی سختی سے بار بار عملِ صالح کی تلقین کی جس کی شہادتیں بائبل میں موجود ہیں۔

جب ''آسمان کی بادشاہی'' آئے گی تو ''اچھی اور خراب مچھلیاں'' الگ الگ کی جائیں گی۔ یعنی فرشتے نکلیں گے اور شریروں کو راست بازوں سے جدا کریں گے اور ان کو آگ کی بھٹی میں ڈال دیں گے وہاں رونا اور دانت پیسنا ہو گا۔[45]

آپ نے اپنی تعلیم میں زمینی بادشاہی کی بجائے ''خدا کی بادشاہی'' [46] اور ''آسمان کی بادشاہی'' [47] پر زور دیا ہے اور بہت سی تمثیلوں سے سمجھایا کہ آخرت میں بہتر کٹائی کے لیے اچھا ''بیج بونا'' اور ''کڑوے دانوں'' کو الگ کرنا ضروری ہے[48]۔

کتبِ آسمانی نے کبھی انسان کے پیدائشی گناہ گار ہونے کا وہ تصور پیش نہیں کیا۔ جس کو مسیحیت کے بنیادی عقائد میں شامل کر دیا گیا ہے کہ نوعِ انسانی نے آدم کے گناہ کا وبال وراثت میں پایا ہے اور مسیح کے کفارے کی بدولت نجات پانے کے سوا انسان کے لیے کوئی راہ نجات نہیں ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کے ارشادات بھی اس عقیدے کی سخت نفی کرتے ہیں مگر وہ پہلا شخص جس نے عقیدہ کفارہ کو اس کے پورے فلسفے کے ساتھ بیان کیا ہے وہ پولس ہے جو رومیوں کے نام خط میں لکھتا ہے:

پس جس طرح ایک آدمی کے سبب سے گناہ دنیا میں آیا اور دو گناہ کے سبب سے موت آئی اور یوں موت سب آدمیوں میں پھیل گئی اس لیے کہ سب نے گناہ کیا۔ کیونکہ شریعت کے دیے جانے تک دنیا میں گناہ تو تھا مگر جہاں شریعت نہیں وہاں گناہ محسوب نہیں ہوتا۔ غرض جیسا کہ ایک گناہ کے سبب سے وہ فیصلہ ہوا جس کا نتیجہ سب آدمیوں کی سزا کا حکم تھا۔ ویسا ہی راست بازی کے ایک کام کے وسیلے سے سب آدمیوں کو وہ نعمت ملی جس سے راست باز ٹھہر کر زندگی پائیں۔ کیونکہ جس طرح ایک ہی شخص کی نافرمانی سے بہت سے لوگ گنہگار ٹھہرے اسی طرح ایک کی فرماں برداری سے بہت سے لوگ راست باز ٹھہریں گے[49]۔

نظریہ کفارہ کی اصل بنیاد مسیح کے دکھ اٹھا کر صلیب پر مرنے کا عقیدہ ہے۔ یہودی عقیدے کے مطابق صلیب اور پھانسی کی موت مرنے والا ''لعنتی'' سمجھا جاتا تھا[50]۔

پولس نے اس مشکل سے بچاؤ کی خاطر یہ مفروضہ گھڑ لیا کہ مسیح نے ہمیں ازلی گناہ اور شریعت کی پابندیوں اور سختیوں سے نجات دلانے کے لیے لعنت کی موت کو قبول کیا[51]۔

اس لیے مسیح کو لعنتی سمجھنے کی غلطی نہیں کرنی چاہیے بلکہ ان کو انسانیت کا نجات دہندہ قرار دینا چاہیے۔

پولس نے مسیح کے مرنے کے بعد جی اٹھنے پر بڑا زور دیا بلکہ اپنے اس نظریے کو عقیدہ کفارہ ہی کا نہیں بلکہ پورے دین کی اساس قرار دیا کرنتھیوں کے نام خط میں وہ اپنے اس عقیدے کا اظہار یوں کرتا ہے:

اور اگر مسیح نہیں جی اٹھا تو ہماری منادی بھی بے فائدہ ہے اور تمہارا ایمان بھی بے فائدہ۔ بلکہ ہم خدا کے جھوٹے گواہ ٹھہرے کیونکہ ہم نے خدا کی بابت یہ گواہی دی کہ اس نے مسیح کو جلا دیا حالانکہ نہیں جلایا اگر بالفرض مردے نہیں جی اٹھتے اور اگر مردے نہیں جی اٹھتے تو مسیح بھی نہیں جی اٹھتا۔ اور اگر مسیح نہیں جی اٹھا تو تمہارا ایمان بے فائدہ ہے تم اب تک اپنے گناہوں میں گرفتار ہو... لیکن فی الواقع مسیح مردوں میں سے جی اٹھا ہے[52]۔

آگے مزید تشریح کرتے ہوئے لکھتا ہے:

پس موت میں شامل ہونے کے بپتسمہ کے وسیلہ سے ہم اس کے ساتھ دفن ہوئے تاکہ جس طرح مسیح باپ کے جلال کے وسیلہ سے مردوں میں سے جِلایا گیا اسی طرح ہم بھی نئی زندگی میں چلیں۔ کیونکہ جب ہم اس کی موت کی مشابہت سے بھی اس کے ساتھ پیوست ہوں گے تو بے شک اس کے جی اٹھنے کی مشابہت سے بھی اس کے ساتھ پیوستہ ہوں گے۔ چنانچہ ہم جانتے ہیں کہ ہماری پرانی انسانیت اس کے ساتھ اس لیے مصلوب کی گئی کہ گناہ کا بدن بے کار ہو جائے تاکہ ہم آگے کو گناہ کی غلامی میں نہ رہیں[53]۔

یہ عقیدہ پولس سے پہلے کسی کے ہاں نہیں ملتا اس لیے وہ ہی اس عقیدے کا بانی ہے۔

اور آخر کار پانچویں صدی میں سینٹ آگسٹائن نے اپنی منطق کی زور سے اس عقیدہ کفارہ کو عیسائی عقائد کا بنیادی جزو قرار دیا[54]۔

چنانچہ کفارہ کے ذریعہ نجات کے اس نظریہ کی عیسائی عقائد و نظریات میں اہمیت کا اندازہ انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا کے اس حوالے سے لگایا جا سکتا ہے:

The doctrine of salvation has taken the most prominent place in the Christian faith: So prominent indeed, that to a large portion of believers it has been the Supreme doctrine, and the doctrine of the diety of Jesus has been valued only because of its necessity on the effect of atonement.[55]

نجات کے نظریہ کو عیسائی عقیدہ میں نمایاں ترین جگہ حاصل ہے۔اتنی نمایاں کہ عیسائی ایمان داروں کے نزدیک یہ (عیسائیت) کا اعلیٰ ترین نظریہ ہے حتیٰ کہ یسوع کے خدا ہونے کے نظریہ کی اہمیت بھی اس لیے ہے کہ کفارہ کو مؤثر بنانے کے لیے اس کا ماننا ضروری ہے۔لہٰذا کس طرح پولس کا عقیدہ کفارہ وقت کے ساتھ ساتھ عیسائی عقائد کی اساس بن گیا۔

تعلیماتِ مسیح اور عقیدۂ تثلیث

اللہ تعالیٰ کے تمام سچے انبیاء کی طرح عیسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنے پیروکاروں کو توحید کی تبلیغ دی اور ارشاد فرمایا کہ اللہ کے سارے احکام میں اولین حکم یہ ہے:

یسوع نے جواب دیا کہ اول یہ ہے اے اسرائیل سن! خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے۔اور تو خداوند اپنے خدا سے اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری عقل اور اپنی ساری طاقت سے محبت رکھ[56]۔

انجیل متی میں مسیح علیہ السلام کا فرمان ہے:''تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور صرف اسی کی عبادت کر۔''[57]

اور انجیل یوحنا میں ہے مسیح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے مناجات کرتے ہوئے فرمایا:

''اور ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدائے واحد اور برحق کو اور یسوع مسیح علیہ السلام کو جسے تو نے بھیجا ہے جانیں۔''[58]

عیسیٰ علیہ السلام کے ان واضح ارشادات کی روشنی میں پولس کے لیے یہ بہت مشکل تھا کہ وہ عقیدۂ توحید میں کوئی تبدیلی کر سکے اس کے لیے اسے بہت ہوشیاری سے کام لینے کی ضرورت تھی لہٰذا اس نے پہلے تو عقیدہ توحید کو دہرایا اور پھر اس کے ساتھ مسیح کے وسیلہ کی قید لگادی بیان کرتا ہے:

بت دنیا میں کوئی چیز نہیں،اور سوا ایک کے اور کوئی خدا نہیں اگرچہ آسمان وزمین میں بہت سے خدا کہلاتے ہیں۔(چنانچہ بہتیرے خدا اور بہتیرے خداوند ہیں) لیکن ہمارے نزدیک تو ایک ہی خدا ہے یعنی باپ جس کی طرف سے سب چیزیں ہیں اور ہم اسی کے لیے ہیں اور ایک ہی خداوند ہے۔یعنی یسوع مسیح علیہ السلام جس کے وسیلے سے سب چیزیں موجود ہوئیں اور ہم بھی اسی کے وسیلے سے ہیں[59]۔

پولس نے کمالِ ہوشیاری سے کام لیتے ہوئے ایک سانس میں خدا کے "ازلی بادشاہ" اور "غیر فانی نادیدہ واحد"[60] ہونے کا اقرار کیا اور دوسرے میں یسوع مسیح کو "طاقت بخشنے والا خداوند"[61] اور خود کو "یسوع مسیح" کا بندہ کہا[62]۔

لہٰذا پولس کے الوہیت مسیح علیہ السلام کے افکار کا سلسلہ عقیدۂ تثلیث کی شکل میں سامنے آیا۔ یہ عقیدہ ہرگز بھی مسیح علیہ السلام کی تعلیمات کا جزو نہ تھا۔ یہ پولس کی بدعات اور مسیحیت کی کونسلوں کی پیداوار تھا جو اسی مقصد کے لیے منعقد کی جاتی تھیں۔

۳۲۵ء میں نیقیہ کی کونسل نے الوہیت مسیح علیہ السلام کو باضابطہ سرکاری طور پر اصل مسیحی عقیدہ قرار دیا اور مخصوص الفاظ میں اسے مرتب کر دیا اس سلسلے میں انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کا مقالہ نگار بیان کرتا ہے:

The recognition of Christ as the incarnation of the logos was practically universal before the close of the third century, but his diety was still widely denied …At the councel of Nicaca in 325, the diety of Christ received official sanctions.[63]

مسیح کو کلام کا مظہر ماننا تیسری صدی ختم ہونے تک عام ہو چکا تھا مگر ابھی ان کی مکمل خدائی کا انکار بکثرت تھا… ۳۲۵ء میں منعقد نیقیہ کونسل میں مسیح کی خدائی کے عقیدے کو سرکاری منظوری ملی۔

اور اس کے بعد روح القدس کو بھی الوہیت کا حامل سمجھتے ہوئے مکمل الوہیت کے درجے تک ترقی قسطنطنیہ کی کونسل منعقدہ ۳۸۱ء میں مل گئی[64]۔

عقیدۂ تثلیث کی تدریجی تکمیل و ارتقاء کے سلسلے میں منعقدہ کونسلوں کی تفصیل یوسف چلپی نے اس طرح بیان کی ہے۔

۱۔ نیقیہ کی پہلی کونسل ۳۲۵ء میں طے پایا کہ مسیح فقط خدا ہیں اور روح القدس طبیعت مسیح، وغیرہ جیسے مسائل بعد کے اختلافات سے سامنے آئے۔

۲۔ قسطنطنیہ کی پہلی کونسل ۳۸۱ء میں طے ہوا کہ روح القدس بھی معبود ہے لیکن وہ خدا کی مخلوق ہے۔

۳۔ افسس کی کونسل ۴۳۱ء میں طے پایا کہ مسیح کی دو طبیعتیں ہیں ایک لاہوتی دوسری ناسوتی، یہ نسطوریہ کے اس عقیدے کے خلاف طے ہوا کہ مسیح الٰہ نہیں، بلکہ منجانب اللہ، ملہم اور مبارک ہے اور یہ کہ وہ بیٹا نہیں بلکہ وہ تقدس کے لحاظ سے ابنیت سے متصف ہیں۔

۴۔ خلقیدونیہ کی کونسل ۴۳۱ء میں طے کیا گیا کہ دونوں طبیعتیں الگ ہیں۔ ایک لاہوتی ہے اور دوسری ناسوتی جن کے ذریعے مسیح کا خدا اور انسانوں سے واسطہ ہے اور اس وقت تثلیث کا نظریہ بھی مان لیا گیا[65]۔

عقیدۂ تثلیث کے ارتقاء کے بعد ۴۵۱ء میں خلقیدونیہ کی کونسل میں عقیدہ تجسیم بھی عیسائیت کے اہم عقائد میں شامل ہو گیا۔ عقیدہ تجسیم کی وضاحت Hasting's Dictionary میں اس طرح کی گئی ہے:

Incornation: The word is a non Biblical theological term to state the Christian conviction that in Jesus Christ, God has visited redeemed his people. [66]

تجسیم: یہ لفظ ایک غیر انجیلی دینی اصطلاح ہے جو اس عیسائی عقیدے کو بیان کرتی ہے کہ خدا دنیا میں عیسیٰ علیہ السلام کی صورت میں لوگوں کو نجات دلانے کے لیے آیا۔

لہٰذا ۴۵۱ء میں خلقیدونیہ کی کونسل میں یہ طے پایا کہ مسیح کی ذات میں دو مکمل طبیعتیں یکجا ہیں۔ ایک الٰہی طبیعت دوسری انسانی طبیعت اور دونوں متحد ہو جانے کے بعد بھی اپنی الگ الگ خصوصیات کو برقرار رکھے ہوئے ہیں اور اس کے بعد قسطنطنیہ میں ۶۸۰ء میں منعقد ہونے والی کونسل میں مزید پچھلے فیصلے پر اتنا اضافہ اور کیا گیا کہ مسیح علیہ السلام کی دو طبیعتیں اور دو مشیتیں ہیں اور ایسا شخص لعنت کا مستحق قرار پایا جو مسیح علیہ السلام کے لیے ایک طبیعت اور ایک مشیت کا قائل ہو[67]۔

بالآخر عقیدہ تثلیث اور عقیدۂ تجسیم ارتقائی عمل سے گزرتا ہوا عیسائیت کے اساسی عقائد میں شمار ہو گیا اور نا صرف یہ بلکہ افسس کی پہلی کونسل جو ۴۳۱ء میں منعقد ہوئی اس میں پہلی مرتبہ کلیسا کی سرکاری زبان میں مریم علیہا السلام کے لیے "مادرِ خدا" کا لقب استعمال کیا گیا جس سے مریم پرستی کا مرض نا صرف کلیسا کے باہر بلکہ اندر بھی پھیلنے لگا[68]۔

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے عیسائیوں کے اس باطل عقیدے کی تردید ان الفاظ میں کی ہے:

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللّٰهِ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰـهًا وَّاحِدًا لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ[69]

اور عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ بے حقیقت باتیں ہیں جو وہ اپنی زبانوں سے نکالتے ہیں ان لوگوں کی دیکھا دیکھی جو ان سے پہلے کفر میں مبتلا ہوئے تھے۔ خدا کی مار ان پر یہ کہاں سے دھوکہ کھا رہے ہیں۔ انھوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ کے سوا اپنا رب بنالیا ہے۔ اور اسی طرح مسیح ابن مریم کو بھی حالانکہ ان کو ایک معبود کے سوا کسی کی بندگی کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا وہ جس کے سوا کوئی مستحقِ عبادت نہیں، پاک ہے وہ ان مشرکانہ باتوں سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔

منسوخی ختنہ کا حکم

ختنے کا حکم ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے چلا آرہا ہے تورات میں ہے:

پھر خدا نے ابراہام سے کہا کہ تو میرے عہد کو ماننا اور تیرے بعد تیری نسل پشت در پشت اسے مانے ۔اور میرا عہد جو میرے اور تیرے درمیان اور تیرے بعد تیری نسل کے درمیان ہے اور جسے تم مانو گے سو یہ ہے کہ تم میں سے ہر ایک فرزندِ نرینہ کا ختنہ کیا جائے... اور وہ فرزندِ نرینہ جس کا ختنہ نہ ہوا ہو اپنے لوگوں میں سے کاٹ ڈالا جائے کیونکہ اس نے میرا عہد توڑا[70]۔

تورات میں درج ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''اور آٹھویں دن لڑکے کا ختنہ کیا جائے۔[71]''

اور خود عیسیٰ علیہ السلام کا بھی ختنہ ہوا تھا جس کی تصریح انجیل لوقا میں موجود ہے:

جب آٹھ دن پورے ہوئے اور اس کے ختنہ کا وقت آیا تو اس کا نام یسوع رکھا گیا جو فرشتے نے اس کے رحم میں پڑنے سے پہلے رکھا تھا[72]۔

اس کے بعد مسیح علیہ السلام کا کوئی ارشاد منقول نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ ختنہ کا حکم منسوخ ہو گیا لیکن پولس ہی وہ پہلا شخص تھا جس نے مسیح علیہ السلام کے پیروکاروں میں سے ختنے کی منسوخی کا اعلان کیا اور اس کو ایک بے فائدہ عمل قرار دیا۔

گلیتوں کے نام خط میں وہ لکھتا ہے:

''دیکھو میں پولس تم سے کہتا ہوں کہ اگر تم ختنہ کراؤ گے تو مسیح سے تم کو کچھ فائدہ نہ ہو گا۔[73]''

آگے چل کر مزید بیان کرتا ہے:

''کیونکہ نہ ختنہ کچھ چیز ہے نہ نامختونی بلکہ نئے سرے سے مخلوق ہونا۔''[74] لہٰذا پولس کے افکارِ جدیدہ کے سبب مسیحیت میں نامختونی رواج پا گئی۔

رسم عشاءِ ربانی

یہ عبادت عیسائی مذہب کی اہم ترین رسوم میں سے ہے لیکن انجیل مرقس اور انجیل متی میں جہاں اس واقعہ کا تذکرہ ہے وہاں عیسیٰ علیہ السلام سے اس عمل کو ایک دائمی رسم بنالینے کا کوئی حکم موجود نہیں، تفصیل ملاحظہ ہو:

اور وہ کھا ہی رہے تھے کہ اس نے روٹی لی اور برکت دے کر توڑی اور ان کو دی اور کہا لو یہ میرا بدن ہے۔ پھر اس نے پیالہ لے کر شکر کیا اور ان کو دیا اور ان سبھوں نے اس میں سے پیا۔ اور اس نے ان سے کہا یہ میرا وہ عہد کا خون ہے جو بہتیروں کے لیے بہایا جاتا ہے۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ انگور کا شیرہ پھر کبھی نہ پیوں گا اس دن تک کہ خدا کی بادشاہی میں نیا نہ پیوں[75]۔

لہٰذا اس عمل کو سب سے پہلے دائمی رسم بنالینے کا حکم بھی پولس نے وضع کیا اور لوقا حواری چونکہ پولس کا شاگرد تھا اس لیے اس نے بھی پولس کی تقلید کی[76]۔

کرنتھیوں کے نام خط میں پولس عشاءِ ربانی کو دائمی رسم بنانے کے سلسلے میں بیان کرتا ہے:

خداوند یسوع نے جس رات وہ پکڑوایا گیا روٹی لی۔ اور شکر کر کے توڑی ور کہا یہ میرا بدن ہے جو تمھارے لیے ہے۔ میری یادگاری کے واسطے یہ ہی کیا کرو۔ اس طرح اس نے کھانے کے بعد پیالہ بھی لیا اور کہا یہ پیالہ میرے خون میں نیا عہد ہے۔ جب کبھی پیو میری یادگاری کے لیے یہی کیا کرو[77]۔

لہٰذا پولس نے "میری یادگاری کے لیے یہی کیا کرو" کے الفاظ کے اضافہ کے ساتھ عشاءِ ربانی کو عیسائیت کی اہم رسوم وعبادات میں شامل کر دیا۔

خلاصہ کلام

الغرض عیسائی عقائد پولس، حکمران اور پادریوں کی کونسلوں کے ہاتھوں میں پوری طرح کٹھ پتلی بن کر رہ گئے اور مسیحیت شریعت سے الگ ہو گئی، تمدن، معاشرت، سیاست اور اجتماعی اور انفرادی زندگی کے متعلق تمام قوانین منسوخ ہو گئے اور ان کی جگہ پولس کے نظریۂ تثلیث، نظریۂ تجسیم، نظریۂ ابنیت، نظریۂ کفارہ اور شریعت موسوی کی منسوخی وغیرہ کو عیسائی عقائد کی اساس قرار دیا گیا۔ پولس نے اپنے نظریات عیسائی عقائد میں شامل کرنے کے لیے ناصرف زبانی تبلیغ سے کام لیا بلکہ مختلف کلیساؤں اور مختلف شہروں کے عیسائیوں کو تبلیغی خطوط لکھ کر اپنے نظریات کی اشاعت کی اور اس کے تمام خطوط

کو بائبل میں شامل کر دیا گیا۔اول تا آخر پولس کی تمام کوششوں اور عقائد کو تمام مسیحی کونسلوں (کونسل نیقیہ اول منعقدہ ۳۲۵ء تا کونسل روما ۱۸۶۹ء) کی حمایت وسرپرستی حاصل رہی [78]۔لہٰذا اب عیسائیت کا موجودہ تصور عبادت اور مذہبی رسومات روزہ ودعا وغیرہ کا طریقہ یکسر عیسیٰ علیہ السلام کی سنت اور تعلیمات سے جدا ہے اور عیسائیت صرف عقیدۂ تثلیث، کفارہ، عشاءِ ربانی، بپتسمہ، ایسٹر اور کرسمس کی رسومات کا مجموعہ بن کر رہ گئی اور اپنے دین کی حقیقی روح سے محروم ہو چکی ہے۔نا صرف مسیحی قوم بلکہ یہود بھی تورات کے احکامات کو کماحقہ سلامت رکھنے اور اس پر عمل کرنے سے قاصر رہے۔اسی لیے قرآن حقیقی ہدایت اور فلاح کے حصول کے لیے یہود ونصاریٰ کو مخاطب کر کے تورات اور انجیل کے کامل اتباع کا حکم دیتا ہے۔قرآن کریم میں ارشاد ہے:

قُلۡ يٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ لَسۡتُمۡ عَلٰى شَىۡءٍ حَتّٰى تُقِيۡمُوا التَّوۡرٰٮةَ وَالۡاِنۡجِيۡلَ وَمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكُمۡ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ وَلَيَزِيۡدَنَّ كَثِيۡرًا مِّنۡهُمۡ مَّاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ مِنۡ رَّبِّكَ طُغۡيَانًا وَّكُفۡرًا‌ ۚ فَلَا تَاۡسَ عَلَى الۡقَوۡمِ الۡكٰفِرِيۡنَ[79]

صاف کہہ دو کہ اے اہل کتاب! تم ہرگز کسی اصل پر نہیں ہو جب تک کہ تورات وانجیل اور ان دوسری کتابوں کو قائم نہ کرو جو تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے۔ضرور ہے کہ یہ فرمان جو تم پر نازل کیا گیا ہے۔ان میں سے اکثر کی سرکشی اور انکار کو اور زیادہ بڑھادے گا مگر انکار کرنے والوں کے حال پر کچھ افسوس نہ کرو۔

حوالہ جات وحواشی

---

[1] مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، نصرانیت قرآن کی روشنی میں، ادارہ ترجمان القرآن، ۱۹۹۵ء ص ۶۷

[2] انجیل متی ۲۰-۵:۱۷

[3] انجیل متی ۴-۲۳:۲

[4] انجیل یوحنا، ۱:۱۷

[5] انجیل اعمال، ۳:۱

[6] Encyclopaedia Britannica, London, 1962 , 5/676

[7] سورۃ المائدۃ ۵:۴۶

[8] یرمیاہ ۲۳:۵،۶

[9]سموئیل، ۲:۱۰

[10]ساجد میر، پروفیسر، عیسائیت تجزیہ و مطالعہ، دار السلام، لاہور، س۔ن، ص۱۸

[11] F. Goizeta, Future History, Pennsylvainia Philadeplphia, U.S.A, 1981,P13

[12] New Catholic Encyclopaedia, Macmillan Educational Co., U.S.A., 1982, 9/714

[13] The Jewish Encyclopaedia, (Ed by Cecil Roth) W.H. Allen, London, 1959, 8/505

14 ابن منظور، محمد بن مکرم، الافریقی، لسان العرب، دار بیروت، بیروت، ۱۹۰۶ء، ۳/ ۵۹۴

15 ابن الاثیر، عزالدین ابوالحسن علی بن محمد ,النہایہ ,دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۹۹۸ء، ۴/ ۳۲۶

[16]ابن تیمیہ، تقی الدین، ابو العباس احمد بن شہاب، الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح، طبع بمطبعۃ النیل بشارع محمد علی بمصر، ط۔ن، ۱۹۰۵ء، ۱/ ۳۴۱

[17]انجیل متی، ۲۱:۹

[18]انجیل لوقا، ۲۳:۲۱

[19]اعمال: ۱۱:۲۵،۲۶

[20]پطرس، ۴:۱۴-۱۶

[21] Dummenlow'sCommentory on the Holy Bible, Macmillan Company, 1956, P 833

[22] Encyclopaedia Britannica, 17/470

[23]اعمال، ۷:۵۸

[24]ایضاً، ۲۱:۳۹

[25]فلپیوں، ۳:۵

[26] اعمال،۶،۵:۲۲

[27] J.A. Ziesler, Pauline Christianty, Pauline Christianity, New York, 1983, P 24

[28] اعمال،۹-۳:۹

[29] ایضاً،۳۰-۲۶:۹

[30] ایضاً،۱۶،۱۵:۲۶

[31] انجیل مرقس،۱۹-۱۶:۳؛ انجیل متی،۴-۲:۱۰؛ انجیل لوقا،۱۶-۱۳:۶

[32] انجیل متی۶،۵:۱۰

[33] ایضاً،۲۴:۱۵

[34] Ross and Hills, Great Religions by Withich Men Live, London, 1985,P. 137

[35] انجیل متی،۱۹:۲۸

[36] انجیل متی،۱۷:۵

[37] ایضاً،۱۲:۷

[38] گلتیوں،۱۳:۳

[39] ایضاً،۲۵-۲۳:۳

[40] ایضاً،۱۶:۲

[41] افسیوں،۱۵:۲

[42] عبرانیوں،۱۲:۷

[43] ایضاً،۷:۸

[44] ایضاً،۱۳:۸

[45] انجیل متی،۵۰-۴۷:۱۳

[46] مرقس ۱۵:۱

[47] انجیل متی،۳:۵

48 انجیل متی، ۲۴: ۱۳ ومابعد

49 رومیوں، ۱۹-۱۲، ۵

50 استثناء، ۲۳: ۲۱

51 گلتیوں، ۱۳: ۳

52 ا- کرنتھیوں، ۲۰-۱۲: ۱۵

53 رومیوں، ۶-۳: ۶

54 New Catholic Encyclopaedia, Macmillan Educational Co., U.S.A., 1982,1/1-25

55 Encyclopaedia Britannica, 5/634

56 انجیل مرقس، ۲۹: ۱۲

57 انجیل متی، ۱۰: ۴

58 انجیل یوحنا، ۳: ۱۷

59 ا- کرنتھیوں، ۶-۴: ۸

60 ا- تیمتھیس، ۱۷: ۱

61 ایضاً،

62 رومیوں، ۱: ۱

63 Encyclopaedia Britannica, 5/677

64 New Catholic Encyclopaedia, 14/299

65 یوسف چلپی، مسیحیت علمی اور تاریخی حقائق کی روشنی میں (مترجم مولوی شمس تبریز خان)، مجلس نشریاتِ اسلام، کراچی، س-ن، ص ۱۴۳۲، ۱۳۱

66 Hasting's Dictionary of the Bible, CHARLES SCRIBERS'S SONS, New York, 1909,2/458

67 یوسف چلپی، مسیحیت، ص ۱۳۴، ۱۳۳، ۱۱۷

68 ایضاً، ص ۱۲۵-۱۲۳

[69] سورۃ التوبۃ ۳۱،۳۰:۹

[70] پیدائش، ۱۴-۹:۱۷

[71] احبار، ۱۲/۳

[72] انجیل لوقا، ۲۱:۲

[73] گلتیوں، ۲:۵

[74] ایضاً، ۱۵:۶

[75] انجیل مرقس، ۲۵-۲۲:۱۴؛ انجیل متی، ۳۰-۲۶:۲۶

[76] انجیل لوقا، ۲۰-۱۴:۲۲

[77] ا۔ کرنتھیوں، ۲۵-۲۳:۱۱

[78] یوسف چلپی، مسیحیت، ص۱۳۹، ۱۱۳

[79] سورۃ المآئدۃ ۶۸:۵